اَبان کا ماحول اور شاعری

(از جناب ڈاکٹر منور رشید احمد صاحب فارؔقی ایم ۔اے ۔پی ۔ایچ ۔ڈی علیگ)

یہ دوسری صدی ہجری کا ایک غیر مشہور شاعر ہے بہت سے لوگ تو اس کے نام سے بھی واقف نہیں بہت کم ایسے ہیں جو اس کی شاعری سے واقف ہوں گے، اس کی وجہ اس کی اپنی کم مائگی نہیں ہے بلکہ کچھ تو عربی ادب سے دلچسپی رکھنے والوں میں تحقیق واکتشاف کے شوق کی کمی اس کا باعث ہے اور کچھ خود شاعر اور اس کی شاعری کا پردۂ خفا میں ہونا اس کا کسی قدر ذکر ادب کے اس گنجینہ میں ملتا ہے جس کا نام اغانی ہے چند لفظ اس کی بابت ابن الندیم (متوفی ۳۸۵ھ) کی فہرست اور خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) کی تاریخ بغداد اور جاحظ (متوفی ۲۵۶ھ) کی کتاب الحیوان میں موجود ہیں لیکن یہ اتنے ناکافی ہیں کہ ان سے شاعر کی شاعری اور اس کی شخصیت کا کوئی واضح تصور قایم کرنا مشکل ہے اس مشکل کو ابو بکر صُولی (متوفی ۳۳۵ھ) کی کتاب الاوراق نے بڑی حد تک دور کر دیا ہے، یہ کتاب آج سے چودہ سال پہلے اپنی تصنیف کے تقریباً ہزار سال بعد پہلی بار انگلستان کے ایک علم دوست انگریز نے پروفیسر گِب کی ترغیب سے مصر میں چھاپی اور اس سے اَبان اور اَبان کی شاعری اس کے ماحول اور افتادِ طبع پر جو پردہ پڑا ہوا تھا، اس کی شاعری کو سمجھنے اور پرکھنے اور اس کی قدر و قیمت متعین کرنے میں جو دقتیں تھیں دور ہو گئی ہیں اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو اغانی، تاریخ بغداد اور کتاب الحیوان میں اس شاعر کے بارے میں درج ہے اس کے علاوہ متعدد نئے معلومات اور کلام کے بہت سے نمونے ایسے ہیں جو کسی دوسری مطبوعہ کتاب میں نہیں ملتے۔

اَبان ایک قابل قدر شاعر ہے جو ادب اور تاریخ شعر میں خاص اہمیت رکھتا ہے اس کی

شاعری شاہراہ ادب پر نشانِ میں کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن یہ اہمیت اور حیثیت اس کی شاعری کی تفصیلات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ ادب میں جلوہ نہ دکھا سکی ہم یہاں اس پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔

ابان بصرہ کا باشندہ تھا، پہلی اور دوسری صدی ہجری میں بصرہ اور کوفہ علوم کے مرکز تھے اس کے اجداد یہودی تھے اور صوبہ فارس کے شہر فسا میں رہتے تھے اس کا دادا لاحق بصرہ کا ایک محدث تھا۔ ہمیں اس کے خاندان کے زیادہ حالات نہیں معلوم اور شاید اس کی شاعری اور شخصیت کو سمجھنے کے لئے ان کو جاننے کی زیادہ ضرورت بھی نہیں ہے البتہ اس کا ماحول ہم کو معلوم ہے جس سے اس کی ذہنیت مناہج فکر اور نفسیاتی رجحانات کی تعمیر ہوئی ہوگی اور جن کا پرتو اس کی شاعری میں موجود ہے۔

یہ دوسری صدی ہجری میں پیدا ہوا، پلا بڑھا اور غالباً مرا بھی۔ اس کی پیدائش و وفات کی تاریخیں نہیں معلوم، اس کو برمکی وزیروں یحیٰی، فضل اور جعفر کے زمانہ میں عروج حاصل ہوا وہ اس کے مربی تھے اور اس کی شاعری ان کی سرپرستی کے چقماق پر چمکی تھی۔

یہ شاہی استبداد کا زمانہ تھا جس کی گود میں ایک غیر متوازی نظام اجتماعی اور اقتصادی پل بڑھ رہے تھے۔ حکومت کی دولت ہر طرف سے سمٹ کر محلوں میں آ جمع ہوتی یا ممتاز خاندان بنو ہاشم و بنو امیہ وغیرہ میں بٹ جاتی اور پھر نفس پرستی کے کام آتی۔ اس نفس پرستی کی بہت سی شکلیں تھیں یہ نفس پرستی نقاب پوش تھی اس کا ظاہر شگفتہ اور صالح تھا اس کے نیچے شیطانی کے جلوے تھے اس کو خدا اور رسول کی طرف سے جائز قرار دیا جاتا تھا حالانکہ خدا اور رسول اس سے بری تھے اس کی تفصیلات سے تاریخ و ادب کی کتابیں پُر ہیں، بہترین کنیزیں، بہترین باغ، بہترین مکان، بہترین کھانے، بہترین لباس اور بہترین اقتدار و رسوخ، رقص و سرود، رندی و مستی اور ان کے لئے اندھا دھند جد و جہد خوف خدا اور راستبازی سے بالکل بے نیاز۔ اس نفس پرستی کے سب سے بہترین خدوخال تھے خلفاء اور ان کے قریبی رشتہ داروں کے محل

ہاں دولت اُمنڈ تی تھی اس نفس پرستی سے بھرپور تھے جہاں دولت کا دریا اتنی طغیانی سے نہ
بہتا وہاں اس کو مکمل بنانے کی سرگرمیاں تھیں جو لوگ دولت سے محروم یا محروم ہونے کی برابر
تھے اور اکثر و بیشتر ایسے ہی لوگ تھے وہ مایوس ہو کر یا تو زہد و قناعت کا مصنوعی لبادہ پہن کر انکا
ر چارہ اور دولت و امارت کی مذمت اپنا شعار بنا لیتے اور ایسے بہت کم تھے یا نفس پرستی کا سودا
سر میں بھر کر جرائم کرنے لگتے یا اپنی قابلیتوں کو بیچنے لگتے اور امیروں کی مدح سرائی کو اپنا پیشہ بنا
لیتے اور ان کے انعام و اکرام سے نفس پرستی کے محبوب کو حاصل کرتے۔

یہ زمانہ شاہی استبداد اور اقتصادی عدم توازن کے ساتھ ساتھ جنسی عدمِ توازن کا بھی
تھا، جب جنسی خواہشات اور ان کے حصول کے ذریعے بالکل بے قید تھے، کیونکہ جس کے پاس
روپیہ ہوتا جنسی خواہش کے ہر جذبہ کو ہر حد تک پورا کر سکتا تھا، خوبصورت کنیزیں ہر جگہ دستیاب
تھیں ایسے ادارے ہر بڑے شہر میں تھے جہاں ان کو ادب، شوخی و شنگی اور گانے کی تعلیم دیکر
بیچا جاتا تھا، ایسے ادارے بھی تھے سرمایہ دار کنیزوں کے رقص و سرود اور جسموں کی تجارت
کرتے تھے؛ جہاں شعراء، رند مزاج، رنگیلے اور گانے کے عاشق خاص طور پر آتے جاتے تھے یہی نہیں
خوبصورت امرد غلاموں سے عشق و محبت اور غیر فطری حظ کوشی بھی ہوتی تھی اور بہت سے بڑے
گھروں میں کنیزوں کے ساتھ ساتھ ان کے طائفے بھی آباد تھے۔ یہ زمانہ شراب، رقص اور گانے بجانے
سے بڑھی ہوئی دلچسپی کا زمانہ تھا جب ہارون الرشید جیسے نماز گذار خلیفہ نے سازندوں کا پورا ایک
سلسلہ قایم کیا تھا اور لاکھوں درہم ان پر صرف ہوتے تھے۔[۵] نفس پرستی کا بھاری بوجھ انھیں دبا
کر ساکت کر دیتا یہ اگر کسی کے لب تک آتیں تو اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے ہوتیں۔

مالدار لوگوں میں ایک دوسرے قسم کی نفس پرستی بھی تھی۔ وہ تعریف سے خوش ہوتے تھے
اور اس کو خریدنے کے لئے خوب دولت صرف کرتے، جس طرح بڑے بڑے محلوں، عمدہ عمدہ سامانو
زرین کھانوں، لباسوں، کنیزوں اور باغوں سے ان کے نفس کے بتوں کو خوشی ہوتی اسی طرح اپنی
تعریف سے ان کی انانیت کے بت کو جو اس زمانہ میں نہایت طاقتور تھا خوب حظ آتا، بادشاہوں،

خلیفوں اور امیروں کی ایک معتد بہ دولت شعراء نوازی اور تعریف خریدنے یا غیر مطمئن شعراء کی ہجو سے بچنے پر صرف ہوتی، چونکہ شعر گوئی ایک فائدہ مند تجارت تھی اس لئے بہت سے ایسے لوگ جن کو قسمت نے ممتاز گھرانوں میں پیدا نہ کیا تھا یا جو بہتر ذرائع سے امیر نہ ہو سکے تھے شاعر بن گئے تھے اور امیروں کی انانیت کو اپنی پُر مبالغہ تعریفوں سے موٹا کرنے کا پیشہ اختیار کر لیا تھا اور اس پیشہ میں گو کہ ضمیر فروشی، دروغ گوئی اور اجتماعی فساد کے عناصر بھرے ہوئے تھے یہ ہر حیثیت سے فائدہ مندی تھی کیونکہ نہ صرف یہ کہ اس سے بڑے لوگوں کی صحبت حاصل ہوتی اور وہ صحبت کتنی رنگین اور کتنی مسرت انگیز تھی بلکہ ہر شخص جس کی تعریف کی جاتی یا تو اپنے ہم چشموں سے بڑھنے کی خاطر زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرتا یا کم دے کر شاعر کو ناراض کر کے اس کی خوفناک ہجو سے بچنے کے لئے خوب ہاتھ کھول کر دیتا۔

یہ تھا مختصراً اَبان کا ماحول، قدرت نے ابان کو شکیل، خوش ادا اور طباع بنایا تھا اور ان تینوں کی اُن کے ماحول میں بڑی قیمت تھی، بچپن میں اس نے قرآن حفظ کیا، فقہ کی تعلیم پائی، حساب اور مضمون نویسی میں قابلیت پیدا کی اور ادب میں خوب مہارت بہم پہنچائی یہ معلومات ہم کو خود اسکے اپنے اشعار سے اور حفظ قرآن کے متعلق صولی کی تصریح سے حاصل ہوئے ہیں ان شعروں کا ترجمہ عنقریب پیش کیا جائے گا۔

جوانی میں اَبان بصرہ سے بغداد آیا، رشید کی خلافت تھی اور اس کے برمکی وزیروں یحییٰ، فضل اور جعفر کی نہایت مُسرفانہ فیاضی کی شہرت ہر طرف پھیل رہی تھی یہ کسروی شان وشوکت اور عظمت کی دل کھول کر داد دے رہے تھے حتیٰ کہ رشید کی مسرفانہ فیاضی ان کے سامنے گرد تھی۔ ان کے دروازہ پر شاعروں اور ملاقاتیوں کی بھیڑ رہتی اور ان میں سے کوئی محروم نہ لوٹتا روپیہ خرچ کرنا ان کا ایک دلچسپ مشغلہ تھا شعراء، ادباء اور مصنف ان کی سرپرستی میں تھے اور ساری حکومت کی آمدنی انکے ہاتھوں میں تھی

اَبان برمکی وزیروں کے ہاں قسمت آزمائی کرنے بصرہ سے بغداد آیا اور ان کے محل کے باہر جا کر امیدواروں کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔ صولی نے اس اہم ملاقات کا تذکرہ کیا ہے ان کا راوی عتابی[1] ہے

[1] یہ ایک پُر مغز مضمون نگار اور شاعر تھا۔ برامکہ کی سرپرستی اور خدمت میں رہتا تھا اسکی ایک کتاب مسمیٰ بکتاب المنطق فہرست ص ۱۱۶ پر مذکور ہے۔

وہ کہتا ہے :- " میں چار ہزار شاعروں اور ملاقاتیوں کے ساتھ فضل بن یحییٰ برمکی کے دروازہ پر امیدواری کر رہا تھا، ہمارے درمیان ایک جوان تھا جس کے پاس جاکر ہم اس کی باتیں سنتے تھے، وہ ایک دن بیٹھا تھا کہ اس کے پاس ایک نہایت خوبصورت لڑکا آیا اور بولا میرے آقا آپ مجھے میرے ماں باپ سے چھینا کرلے آئے آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ کا بادشاہوں سے تعلق ہے، ہماری حالت تو بہت خراب ہوگئی ہے اگر آپ ماں باپ کے پاس جانے کی مجھے اجازت دیں تو میں چلا جاؤں۔ یہ سن کر جوان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور بولا: دوات اور کاغذ لاؤ، لڑکا لایا اور جوان نے ذرا بیٹھ کر ایک رقعہ لکھا اور اپنی جگہ واپس آکر لڑکے سے بولا " جب میں لوٹوں تو مجھ سے ملنا " تھوڑی دیر بعد ایک شخص فضل سے ملنے آیا اور اجازت منگوائی جوان اٹھ کر اس کے پاس گیا اور بولا مہربانی کرکے میرا یہ رقعہ وزیر کو دیدیجئے " اس نے پوچھا: تمہارے رقعہ میں کیا ہے؟ " جوان میں نے اپنی تعریف کی ہے اور وزیر کو اپنی قبولیت کی ترغیب دی ہے " اس شخص نے رقعہ لینے سے عذر کیا، جوان اپنی جگہ لوٹ آیا وار دغہ در نکلا تو وہ اس کے پاس گیا اور وہی الفاظ اس سے کہے جو پہلے شخص سے کہے تھے، داروغہ کو اس کی بات دلچسپ معلوم ہوئی اور بولا، یقیناً وہ شخص عجیب ہوگا جو فضل جیسے انسان سے اس کی تعریف سے نہیں بلکہ اپنی تعریف سے تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے " اس نے رقعہ لے لیا اور اندر جاکر تختی پر لگا کر فضل کے سامنے پیش کیا، فضل نے لیٹے لیٹے اس کی دو سطریں پڑھیں پھر سیدھا ہو کر بیٹھا اور رقعہ ہاتھ میں لے کر پڑھا، پڑھنے کے بعد اس نے داروغہ در سے کہا " کہاں ہے رقعہ دینے والا ؟ " داروغہ در : " خدا امیر کو عزت دے دروازہ پر اتنی بھیڑ ہے کہ میں اس کو نہیں پہچان سکتا " فضل میں بھی اس کو تمہارے واسطے نکالے لیتا ہوں " یہ کہہ کر اس نے آواز دی: " لڑکے محل کی چھت پر جاکر پکارو: اپنی تعریف کرنے والا کہاں ہے ؟ لڑکے نے جاکر پکارا جوان ہمارے پاس سے (ستابی راوی ہے) اٹھا نہ جوتا پیر میں نہ جسم پر چادر، جب فضل کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے پوچھا " جو کچھ رقعہ میں ہے تم نے کہا ہے ؟ " جوان : جی ہاں " فضل مجھے سناؤ " جوان نے یہ شعر پڑھے :-

میں ان میں سے ہوں جنکی امیر کو مانگ ہے   میں امیر کے گمنام گرانمایہ میں سے ہوں

۲۔ کاتب ہوں، حاسب ہوں، بلیغ اور ادیب ہوں۔ خیر خواہ ہوں ہر خیر خواہ سے زیادہ

۳۔ غیر معمولی شاعر ہوں اپنے شعور کی نزاکت کے لحاظ سے ہلکے سے ہلکے پر سے زیادہ ہلکا

۴۔ اس کے علاوہ مجھے ابن ہرمہ کے اشعار خوب یاد ہیں اور ان کی بڑی فاضلانہ تشریح کرتا ہوں

۵۔ اس کے علاوہ ابن سیرین (متوفی ۱۱۰ھ) کی حدیثیں اور علمی نکات خوب صاف صاف بیان کرتا ہوں۔

۶۔ نحو میں بڑا تیز ہوں اور اس علم میں میرا پایہ بہت بلند ہے۔

۷۔ اگر امیر خدا ان کو تندرست رکھے مجھے نیزے پر ماریں تو اتنا تیز ہوں کہ اس کی دھار توڑ دوں

۸۔ نہ تو کمزور ہوں، نہ اپنے فیاض آقا کے سوا کسی اور کی بات سننے والا۔

۹۔ اے امیر میں نہ موٹا ہوں، نہ بدھو، نہ چھوٹے گٹھیلے جسم کا۔

۱۰۔ میری ڈاڑھی کم گھنی ہے[1]، میرا چہرہ حسین ہے۔ چراغ کے شعلہ کی طرح چمکیلا۔

۱۱۔ میرے پاس بے شمار ایسے قصے کہانیاں ہیں جو بادشاہوں کے لئے سیب کی طرح دلکش ہیں

۱۲۔ مجھ صحبیوں سے بادشاہ اپنی خلوت میں تفریح کرتے ہیں اور سخت مشکلات میں مشورہ

۱۳۔ شکار کے دن پرندہ کی پرواز میرے لئے سب سے زیادہ نیک شگون ہوتی ہے جا ہے

میں صبح کو نکلوں یا شام کو (عرب شکار یا سفر وغیرہ سے پہلے شگون لینے کے لئے پرندوں کو کنکریوں سے اڑاتے تھے اگر شگون لینے والے کے سیدھی طرف سے پرند اڑتا تو نیک شگون ہوتا ورنہ بد)

۱۴۔ مجھے ہر شخص سے زیادہ شکاری پرندوں، گھوڑوں اور حسین لونڈیوں کی پرکھ ہے

۱۵۔ یہ سب صفات مجھ میں ہیں، خدا کا شکر ہے کہ میں ظریف بھی ہوں۔

۱۶۔ نہ تو میں ایسا عبادت گذار ہوں جو ہر وقت اپنے کپڑے اٹھائے رہتا ہے کہ کہیں نجاست نہ لگ جائے، نہ بے حیا رند مشرب ہوں۔

فضل نے اس کا یہ شعر بآواز پڑھا: کاتب ہوں، حاسب ہوں، ادیب ہوں، خیر خواہ ہر خیر خواہ

[1] عقد الفرید ۲۲/۳ کی روایت میں لفظ کثۃ ہے جس کے معنی گھنے کے ہیں اور یہ لفظ یہاں زیادہ مناسب ہے۔

سے زیادہ جوان: "جی ہاں خدا امیر کو تندرست رکھے" فضل: "لڑکے فارس سے جو خطوط آئے ہوں لاؤ، خط لائے گئے، فضل نے جوان سے کہا ان خطوط کو پڑھ کر ان کے جواب لکھو" (فضل کتابت یعنی سکریٹری شپ کی لیاقت جانچنا چاہتا ہے) جوان فضل کے سامنے بیٹھ کر لکھنے لگا: داروغہ در نے اس سے کہا "ایک طرف بیٹھ کر لکھو تاکہ دماغ حاضر رہے" جوان اس جگہ سے زیادہ دماغ کہاں حاضر ہوگا جہاں رُعب اور رغبت دونوں جمع ہیں" جواب لکھ کر جب اس نے فضل کے سامنے پیش کئے تو اس کے دل میں کھب گئے پھر اس نے آواز دی: "لڑکے تھیلی، تھیلی، تھیلی (ایک تھیلی میں دس ہزار درہم یا دینار ہوتے تھے یعنی تقریباً پانچ ہزار یا پچاس ہزار روپئے) جوان: خدا امیر کا مرتبہ بڑھائے دینار کی یا درہم کی" فضل: "لڑکے دینار کی" جب تھیلی لاکر رکھی گئی تو فضل نے کہا جاؤ اس کو اٹھا لے جاؤ خدا تمہیں برکت دے" جوان: خدا کی قسم امیر میں نہ قُلی ہوں نہ قلی گری کے لئے پیدا ہوا ہوں، میں ممنون ہوں گا اگر آپ کسی غلام کو لے جانیکا حکم دیں اور غلام مجھے دے دیں اور جس طرح درہم و دینار کی تھیلیوں میں انتخاب کا مجھے موقع دیا ہے اسی طرح غلام منتخب کرنے کا موقع بھی عنایت کریں فضل نے اس کی بات مان لی اور جوان نے سب سے خوبصورت غلام پسند کرکے اس کو تھیلی لے جانیکا حکم دیا چلتے وقت جوان رونے لگا فضل کو بہت بُرا لگا۔ تیرا برا ہو کیا یہ کم ہے؟" جوان: نہیں خدا آپ کی مدد کرے آپ نے بہت دیا ہے، میں اس غم سے روتا ہوں کہ زمین آپ جیسی ہستی کو چھپا لے گی،" فضل: یہ بات پہلے سے زیادہ مستحق سخاوت ہے، لڑکے: اس کو ایک خلعت اور باربرداری کا جانور دو"[لہ]

اس کے بعد اَبان فضل کی سرپرستی میں آگیا اور بڑی قربت حاصل کی، عتابی کا کہنا ہے (تبصریح صولی ص۲) کہ "جب فضل باہر نکلتا تو اس کے گھوڑے کے پیچھے ابان کا گھوڑا ہوتا" اور یحییٰ فضل کا باپ اس کی ادبی قابلیت اور شعری بصیرت سے اتنا متاثر ہوا کہ اس کو شعراء کی نگرانی اور ان کے کلام کا انعامی رتبہ متعین کرنے کا کام سونپ دیا سارے شعراء جو وزیروں کی تعریف میں قصیدے لاتے پہلے ابان سے منظوری لیتے ابان چھان بین کرکے ان کے پہلے شعر رہنے دیتا

لہ عقد الفرید ۲/۳۲ کے راوی نے انعام کی مقدار دس لاکھ درہم بتائی ہے لہ صولی ۳ تا ۶ و تاریخ بغداد خطیب ۱۲/۲۷ تا ۳۹

باقی کاٹ ڈالتا۱؎۔ یحییٰ نے ابن المقفع (مقتول ۱۴۲یا ۱۴۳ھ) کی پہلوی سے عربی میں ترجمہ کی ہوئی کتاب کلیلہ ودمنہ کو جو جانوروں کی زبان سے تدبیر وسیاست کے عملی اصول پیش کرتی ہے جب حفظ کرنا چاہا تو اس کو دقت پیش آئی اور کتاب حکمت عملی اور سوجھ بوجھ کی باتوں کے لحاظ سے اس قابل تھی کہ اس کا ہر حکمراں کے دل میں ہونا ضروری تھا۔ اَبان نے اس مشکل کے پیش نظر کتاب کو مثنوی نظم میں منتقل کر دیا، وزیر کو کتاب حفظ کرنے کا شوق اس بلا کا تھا کہ اس نے اَبان کو ایک مکان میں نظر بند کر دیا اور حکم دیا کہ جب تک نظم نہ کر لے باہر نہ آئے، تین ماہ کی کوشش کے بعد کتاب چودہ ہزار اشعار میں نظم ہوئی اور یہ کام اس پایہ کا تھا کہ کسی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: جو کلام نثر سے نظم ہو اس میں فصاحت نثر ہی کے ساتھ رہتی ہے البتہ کلیلہ ودمنہ نظم ہو کر نثر سے زیادہ فصیح ہے۲؎ نظم دیکھ کر یحییٰ باغ باغ ہو گیا اور دس ہزار دینار انعام میں دئے جو تقریباً پچاس ہزار روپیہ کے مساوی ہیں اور اس کے لڑکے فضل نے پانچ ہزار دینار دیئے دوسرے لڑکے جعفر بن یحییٰ کو نظم اتنی پسند آئی کہ وہ اَبان کا رادیہ بن گیا یعنی اَبان کی شاگردی میں اس کو حفظ کر لیا، اَبان اس اعزاز سے اتنا خوش ہوا کہ انعام کا ایک تہائی حصہ یعنی پانچ ہزار دینار خیرات کر دئے۳؎۔

کلیلہ دمنہ کی نظم سے دو بڑے فائدے ہوتے ایک تو خود اَبان کو اور وہ یہ کہ اس کی قدر و منزلت برمکی وزیروں کی نظر میں بہت بڑھ گئی اور غالباً اسی کا نتیجہ تھا کہ یحییٰ نے اس کو صدر الشعراء اور نقاد الشعراء کا مرتبہ عطا کیا، دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ اَبان کی شعری صلاحیتوں کو رائج الوقت شعر گوئی (قصیدہ، غزل ہجو وغیرہ) کے پٹتے ہوئے جادہ سے الگ ایک نیا جادہ بنانے کا طاقتور محرک ملا، یہ جادہ تھا نثری مواد کو نظم میں منتقل کرنے کا اس زمانہ میں جبکہ لکھے ہوئے علوم وفنون کی جگہ یاد کیے ہوتے اور زبانی اخذ کیے ہوتے علوم کی زیادہ عزت تھی (صرف زبانی اور سلسلۂ شیوخ سے اخذ کیا ہوا علم مستند سمجھا جاتا کتابوں سے اخذ کرنے والے کی قدر نہ تھی اور اس کو صحفی کا لقب دیا جاتا تھا)، یہ ایک نہایت اہم اور مفید خدمت تھی چنانچہ اَبان نے متعدد دوسری بڑی نظمیں لکھیں جن کے ماخذ اور نام یہ ہیں:-

---

۱؎ صولی ص ۴۳، ۲؎ صولی ص۲ و خطیب ۴۴/۳ ۳؎ صولی ص۲ و خطیب ۴۴-۴۵/۳

(باقی آئندہ)